امام ابوحنیفہؒ اور بارگاہِ نبوت کی بشارتیں

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علوم قرآن وحدیث اور فقہ میں یگانۂ عصر اور پیشوائے امت تھے۔ ان کے حالات اور اجتہادی کارنامے دوست تو کیا دشمنوں سے بھی خراج تحسین وصول کر چکے ہیں۔ اس لئے ان کی شخصیت پر کچھ لکھنا خود لکھنے والے کے لئے سعادت ہے۔

مجھے یہ معلوم کر کے بڑی مسرت ہوئی کہ دارالعلوم حقانیہ کے فاضل و مدرس اور موقر ماہنامہ "الحق" کے معاون مدیر مولانا عبدالقیوم حقانی نے تقاضائے وقت کو محسوس کرتے ہوئے "دفاع امام ابوحنیفہ" کے نام سے ایک قدر کتاب تصنیف کی جو تیرہ ابواب پر مشتمل ہے جن میں تقریباً ان تمام مسائل پر بحث کی گئی ہے جو حضرت اعظم کی عظیم شخصیت، حالات، وسوانح اور ان کے علمی کمالات واجتہادات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ اہم موضوع کو انہوں نے چھیڑا ہے وہ امام اعظم پر مبغضین کے بے جا اور بے سروپا الزامات واعتراضات کا جواب دفاع ہے۔ اور حق یہ ہے کہ انہوں نے اس موضوع پر لکھنے کا حق ادا کر دیا ہے۔ اور ادارہ موتمر المصنفین دارالعلوم نیہ نے اسے شائع کر کے سوادِ اعظم اہلسنت اور امت پر عظیم احسان کیا ہے جس پر میں صدق دل سے ادارہ کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔ دیگر مسائل کے علاوہ کتاب میں ان امور پر بحث کی گئی ہے۔

تحصیل وتکمیل علم، اسفارِ حج، درس وافادہ، تلامذہ ومستفیدین، درسگاہ، الزام قلت حدیث۔ ص ابوحنیفہؒ پر مشتمل اقوال کی حقیقت، وصایا اور نصائح، جلالت قدر، روایت حزم واحتیاط، شجاعت ے ومناظرہ، ذہانت، ابوحنیفہ کا نظریہ سیاست، حنفی تاریخ کے حیرت انگیز واقعات، تقلید کی ضرورت، مذہبی ی کی معرفت، حجیت اجماع وقیاس۔ تدوین شرائع۔ کتاب الآثار اور جامع المسانید وغیرہ وغیرہ۔

حضرت امام اعظمؒ نے اپنی بے مثال علمی اور اجتہادی صلاحیتوں کی بدولت قرآن وحدیث سے مسائل واحکام مستنبط ۔ اور یہ ان کی اولیات میں سے ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے شرائع کی تدوین کی۔ اور مسائل واحکام کو مختلف ابواب

میں تقسیم کرکے انہیں موزوں ترتیب کے ساتھ جمع کیا مولانا حقانی نے تدوین شرائع کے بارے میں اس حقیقت کو خوب صریح کیا ہے۔ ان کے دئیے ہوئے حوالوں میں ایک حوالہ یہ ہے:۔

امام جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں۔

من مناقب ابی حنیفۃ انہ انفرد	امام ابوحنیفہؒ کی ان بزرگیوں میں سے جن میں وہ
فیہا انہ اول من دوّن الشریعۃ	یگانہ ہیں۔ ایک یہ ہے کہ ابوحنیفہؒ پہلے شخص
ورتبہٗ ابوابًا۔	ہیں جنہوں نے شریعت کی ترتیب و تدوین
(تبییض الصحیفۃ ص ۳۶)	اور تبویب کا کام کیا۔

امام اعظم کے مناقب و فضائل میں جو امر سب سے زیادہ قابلِ توجہ اور امتیازی حیثیت رکھتا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیاں ہیں۔ جو ان کے بارے میں کی گئی ہیں۔ اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظر راقم الحروف بھی اپنی ایک تحریر قارئین الحق کی خدمت میں پیش کردینا چاہتا ہے گو اس موضوع پر "دفاع امام ابوحنیفہ" میں مستقل باب قائم کرکے جامع اور تفصیلی بحث کردی گئی ہے تاہم احقر کی یہ تحریر بھی سلسلہ دفاع ابوحنیفہؒ کی ایک کڑی اور قارئین کی دلچسپی کا ذریعہ بنے گی۔

احادیث صحیحہ اور آثار صریحہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام عالی مقام کے تولّد سے پیشتر ان کی خبریں پیشین گوئی کے طور پر اپنے ارشادات میں سنائی ہیں جن کا اخراج امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی صحیحین میں کیا ہے اور حافظ ابونعیم نے "حلیہ" میں ابوہریرہ رضؓ سے اور طبرانی نے اپنی "معجم" میں ابن مسعود رضؓ سے اور قیس ابن سعد سے بھی اور شیرازی نے "القاب" میں قیس بن سعد سے ان احادیث کا اخراج کیا ہے۔ پس محدثین میں سے ان احادیث کا اخراج کرنے والے پانچ حضرات ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرنے والے صحابہ کرام تین بزرگ ہیں اب جاننا چاہئے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضؓ سے حضور اکرمؐ کا ارشاد بدیں الفاظ مروی ہے۔

"لوکان الایمان عند الثریّا لذھب بہ رجلٌ من فارس او قال من ابناء فارس حتی یتناولہ"

اگر ایمان ثریّا پر ہوتا تو بھی فارس کا ایک آدمی اسے لے جاتا۔ یا حضورؐ نے یوں فرمایا۔
کہ وہ آدمی اولاد فارس سے ہوگا۔ جو دین کو ثریا سے واپس لے آئے گا۔

حدیث میں "ثریّا" کا لفظ آیا ہے جو پروین کو کہتے ہیں وہ چھوٹے چھوٹے تارے جو گچھے کی مانند معلوم ہوتے ہیں وہ زمین سے بہت دور ہیں۔ جن کے بُعد کا اندازہ اعداد و شمار کے احاطے میں نہیں آسکتا۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایمان روئے زمین پر نہ رہے اور ثریا پر پہنچ جائے تو بھی اس کو فارس کی اولاد میں سے ایک آدمی ثریا سے واپس لے آئے گا۔

صحیحین کی بعض روایتوں میں "لو کان الایمان" کے الفاظ آتے ہیں۔ اور بعض میں "لو کان الدین" آیا ہے اور طبرانی نے ابن مسعود رضؓ سے ان الفاظ میں روایت کی ہے:

"لو کان الدین معلقاً بالثریا لتناولہ ناس من ابناء فارس"

اگر دین ثریا پر معلق ہوتا تو بھی اولادِ فارس میں سے کچھ لوگ ثریا پر پہنچ کر اس کو لے لیتے۔

لیکن طبرانی کی روایت میں جو قیس سے مروی ہے یہ الفاظ نازل ہیں۔

"لا تنالہ العرب لنالہ رجال من ابناء فارس"

نہ پائیں گے اس کو اہلِ عرب البتہ چند آدمی جو اولادِ فارس میں سے ہوں گے۔ اس کو پالیں گے۔

مگر حافظ ابو نعیم نے ابو ہریرہ رضؓ سے جو روایت کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔

"لو کان العلم بالثّریا لنالہ رجال من ابناء فارس"

یعنی اگر علم ثریا پر ہوتا تو اولادِ فارس میں سے چند وہاں پہنچ کر اس کو حاصل کر لیتے۔

اور شیرازی کی روایت قیس کے الفاظ میں یوں ہے:

"لو کان العلم معلّقاً بالثریا لتنالہ قوم من ابناء فارس"

اگر علم ثریا پر ہوتا۔ تو اس کو اولادِ فارس میں سے ایک قوم پہنچے گی۔

ان آخری دو روایتوں میں ایمان اور دین کی بجائے لفظ علم واقع ہوا ہے۔ اگرچہ بظاہر لفظ ایمان - دین اور علم میں اختلاف معلوم ہوتا ہے مگر یہ اختلاف عنوان اور لحاظ کے اعتبار سے ہے۔ معنون اور ملحوظ ایک ہی چیز ہے یعنی حاصل تینوں کا ایک ہے۔

خلاصہ یہ کہ مذکورہ احادیثِ صحیحہ اس امر پر دلالت کر رہی ہیں کہ اگر دین و ایمان اور علم دنیا سے ناپید ہو کر ثریا پر چلے جائیں تو البتہ یہی شخص جو اولادِ فارس میں سے ہوگا اپنی کمال تحقیق سے وہاں پہنچے گا اور ان کو ثریا سے واپس لے آئے گا۔ اور انہیں اطراف و اکنافِ عالم میں منتشر کر دے گا۔ یہ مضمون نہایت مبالغہ کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کی طرز پر "رجلِ فارس" کے حق میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اور اس سے اس "مردِ فارس" کی کمال مدح مقصود ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ "مردِ فارس" اپنے دوسرے ہم عصروں کے مقابلے میں علم و اجتہاد اور استنباطِ مسائل میں ممتاز درجے پر ہوگا۔ اور امام الائمہ ہوگا۔

اب یہ فیصلہ کرنا کہ "مردِ فارس" سے کون شخص مراد ہے۔ پس میں کہتا ہوں کہ امت کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ حق مذاہبِ اربعہ میں دائر اور منحصر ہے۔ اور قیامت تک مذاہبِ اربعہ پر دینِ حق کا مدار ہے۔ اس لئے ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی مخالفت دین کی مخالفت ہے۔ اور یہ معلوم ہے کہ ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی سوائے امام اعظم

ابوحنیفہؒ سے "ابناء فارس" میں سے نہیں ہے۔ کیونکہ امام مالک اور امام شافعی بالاتفاق عرب میں سے تھے۔ اور امام احمد بن حنبل "میرو" کے رہنے والے تھے۔ جو خراسان میں واقع ہے۔ اسی طرح طبقہ محدثین خصوصاً ائمہ صحاح ستہ میں سے کوئی اہل فارس میں سے نہ تھا۔ چنانچہ امام بخاری بخارا اور امام ترمذی ترمذ سے تعلق رکھتے تھے۔ جو دونوں توران میں واقع ہیں۔ اور امام مسلم نیشاپور کے تھے۔ جو خراسان کا شہر ہے۔ اور امام ابوداؤد متوطن سیستان تھے۔ جو سندھ اور ہرات کے درمیان قندھار کے متصل واقع ہے۔ اور امام نسائی شہر نسا کے رہنے والے تھے جو خراسان میں واقع ہے۔ اور امام ابن ماجہ قزوین کے باشندے تھے جو عراق عجم میں واقع ہے۔

ان حقائق اور وجوہ کی بنا پر ائمہ مذاہب اربعہ اور ائمہ حدیث میں سے کوئی بھی امام احادیث مذکورہ کا مصداق نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان میں سے کوئی صاحب ابناء فارس میں سے نہیں ہے۔ اور امام اعظم ابوحنیفہؒ ہی بوجہ فارسی النسل ہونے کے احادیث مذکورہ کا مصداق ہیں۔

اور یہ امر کہ احادیث میں "رجل" واحد کا صیغہ اور "رجال" جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ تو یہ اس اعتبار سے ہے۔ کہ ممدوح متبوع ہونے کی حیثیت سے تنہا ہو گا۔ تاکہ "رجل" کا مصداق بن سکے۔ اور باعتبار اتباع کے رجال کا مصداق ہے۔ کہ اس کے اتباع اور پیروکار اعاظم رجال ہوں گے۔ اور اس کے تلامذہ علم واجتہاد کے اعتبار سے یگانہ عصر ہوں گے۔

رہا یہ امر کہ امام اعظم کے فارسی النسل ہونے کا کیا ثبوت ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا معتبر ترین ثبوت امام اعظم کے پوتے "اسمٰعیل" کا وہ بیان ہے جس میں انہوں نے اپنے خاندان کو فارسی النسل کہا ہے۔ اور گھر کے آدمی کے بیان کے مقابلے میں دوسروں کے قیل وقال کی کوئی حیثیت اور وقعت نہیں ہے۔ اس بیان کو مشہور و مسلّم مورخ خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ اور علامہ شبلی نعمانی نے اپنی تصنیف "سیرۃ النعمان" میں امام اعظم کے نسب و حالات کے ضمن میں اس کو نقل کیا ہے:

خطیب بغدادی نے امام اعظم کے پوتے اسمٰعیل کی زبانی یہ روایت نقل کی ہے:

"میں بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان ہوں۔ ہم لوگ فارسی النسل ہیں اور کبھی کسی کی غلامی میں نہیں آئے۔" (سیرت النعمان ص ۱۳)

امام اعظم کے آباؤ اجداد کے نام فارسی کی طرز پر ہیں۔ چنانچہ مرزبان فارسی لفظ ہے جو رئیس کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور ان کے نسب کا سلسلہ شاہ فارس نوشیروان تک پہنچتا ہے۔

اور جو لوگ امام اعظم کا رشتہ کابل سے جوڑتے ہیں وہ غلط ہے کیونکہ امام اعظم فارسی النسل ہیں۔ اور اہل کابل فارسی نہیں بولتے۔

میں یہاں یہ وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ امام اعظم ابو حنیفہ کو مذکورہ احادیث کا مصداق گرداننا صرف میرا استنباط نہیں ہے ۔ بلکہ اکابر محدثین اور مجتہدین کی رائے بھی یہی ہے ۔ اختصار کی خاطر میں صرف امام جلال الدین سیوطی کی رائے گرامی کو پیش کرتا ہوں ۔ جس کو انہوں نے "تبییض الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ" میں ارشاد فرمایا ہے ۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں :۔

"وبشر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالامام ابی حنیفۃ فی حدیث اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ الخ والشیرازی فی الالقاب الخ واخرج البخاری ومسلم فی صحیحھما حدیث ابی ھریرۃ بلفظ لو کان الدین الحدیث"

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امام ابو حنیفہ کے حق میں بشارت دی ہے ۔ اس حدیث میں جس کا اخراج ابو نعیم نے "حلیہ" میں اور شیرازی نے " القاب " میں کیا ہے ۔ اور امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی صحیحین میں ابو ہریرہ رضؓ سے حدیث " لو کان الدین " کا اخراج کیا ہے ۔

امام سیوطی مذکورہ نقل احادیث کے آخر میں فرماتے ہیں :

فھذا اصل صحیح یعتمد علیہ فی البشارۃ والفضیلۃ لابی حنیفۃ

یعنی یہی صحیح اور قابل اعتماد اصل ہے ۔ اس خوشخبری اور فضیلت کی جو احادیث میں ابو حنیفہ کے بارے میں بیان کی گئی ہے ۔

واضح رہے کہ امام جلال الدین سیوطی محدث کبیر ، مصنف تصانیف کثیرہ اور علامۂ عصر تھے ۔ اور بعض محققین نے ان کو مجددین میں شمار کیا ہے ۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ وہ حنفی نہیں بلکہ شافعی تھے ۔ اس لئے ارباب انصاف خود ہی یہ فیصلہ کریں کہ امام اعظم کو احادیث مذکورہ کا مصداق سمجھنے میں امام سیوطی کی بے لوث اور محققانہ رائے کس قدر قابل اعتنا اور قابل اطمینان ہے ۔ اسی طرح دوسرے اکابر محدثین نے بھی کہا ہے کہ " احادیث فارس " سے امام اعظم ابو حنیفہ ہی مراد ہیں ۔ لیکن اختصار کی خاطر ان کی آراء گرامی کا اندراج نہیں کیا گیا ۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ احادیث فارس سے حضرت سلمان فارسی صحابی مراد ہونے چاہیں ۔ حالانکہ حضرت سلمان فارسی معروف صحابی ہیں ۔ اور حدیث میں " رجل فارس " نکرہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے ۔ اور حدیث کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رجل فارس زمانہ آئندہ میں ہو گا ۔ اور حدیث میں " مرد فارس " کے علمی تفوق کو بیان کیا گیا ہے لہٰذا حدیث فارس سے حضرت سلمان رضؓ کو مراد لینا قطعی غلط ہے ۔

یہاں ایک اور حدیث بھی فضیلت امام اعظم میں پیش کی جاتی ہے ۔ جس کو علامہ ابن حجر مکی شافعی نے اپنی تصنیف " الخیرات الحسان " میں لکھا ہے اور کہا ہے کہ یہ حواحادیث امام اعظم کی عظمت وفضیلت پر دلالت

کر رہی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ حدیث ہے :

" رفع زینة الدنیا سنة خمسین ومائة "

یعنی دنیا کی زینت و خوبی ایک سو پچاس ہجری میں اٹھا لی جائے گی۔

اس حدیث میں امام اعظم کی وفات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ وہ اسی سال فوت ہوئے تھے اور اسی وجہ سے، شمس الائمہ کردری نے کہا ہے۔ کہ یہ حدیث خاص طور سے امام ابو حنیفہ پر محمول ہے کیونکہ علماء کبار میں سے کوئی بھی سن مذکورہ میں فوت نہیں ہوا تھا۔

امام اعظم کی جلالت قدر اور عظمت شان اس سے ظاہر ہے۔ کہ ان کی سیرت و تاریخ اور اجتہادی کارناموں پر اتنی کتابیں لکھی گئی ہیں جو کسی اور پر نہیں لکھی گئیں۔ ان مصنفین میں اکثریت ان اکابر محدثین کی ہے جو شافعی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔ امام اعظم کے سوانح اور ان کے علمی اور اجتہادی کارناموں پر چند لکھنے والوں اور ان کی کتابوں کے نام یہ ہیں :۔

امام جلال الدین سیوطی شافعی نے امام اعظم پر جو کتاب لکھی ہے اس کا نام " تبییض الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ " ہے۔

امام طحاوی صاحب معانی الآثار جو حدیث و فقہ کے مشہور امام ہیں پہلے شافعی المذہب تھے پھر حنفیت اختیار کر لی۔ امام اعظم پر ان کی کتاب کا نام " عقود المرجان " ہے۔

حافظ ابن حجر مکی شافعی کی کتاب کا نام " الخیرات الحسان " ہے۔

امام اعظم پر لکھنے والوں میں علامہ جار اللہ زمخشری صاحب کشاف القرآن بھی شامل ہیں۔

حضرت امام اعظم ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا اس لحاظ سے ان کو تابعی ہونے کا درجہ حاصل ہے۔ اور یہ فضیلت ائمہ مذاہب اور ائمہ حدیث میں کسی کو حاصل نہیں اور دوسری بڑی فضیلت ان کی یہ ہے کہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل جیسے جبال علم ان کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ امام اعظم کے شاگرد امام محمد حسن شیبانی امام شافعی کے استاد ہیں۔ اور ان کے شاگرد وکیع بن الجراح امام احمد بن حنبل کے استاد ہیں۔ امام اعظم کے ایک اور نامور تلمیذ حضرت عبداللہ بن مبارک ہیں جن سے امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی صحیحین میں سینکڑوں احادیث روایت کی ہیں خود امام شافعی امام اعظم کی فقاہت کے دل و جان سے معترف تھے۔ چنانچہ علامہ ابن حجر مکی شافعی نے اپنی تصنیف " قلائد العقیان " میں امام شافعی کا یہ قول نقل کیا ہے جو انہوں نے امام اعظم کی تحسین و تحمید میں فرمایا تھا۔

" الناس کلھم عیال ابی حنیفة فی الفقه "

سب لوگ فقہ میں ابی حنیفہ کی اولاد ہیں۔

صاحب درمختار اور دوسروں نے امام عبداللہ بن مبارک کے وہ اشعار نقل کئے ہیں جو انہوں نے امام اعظم کی شان میں لکھے ہیں۔ ان میں سے یہاں صرف تین شعر پیش کئے جاتے ہیں :

لقد زان البلاد ومن علیها	امام المسلمین ابو حنیفة
باحکام وّ آثار وفقہٖ	کآیات الزبور علی الصحیفة
فما فی المشرقین له نظیرٌ	ولا فی المغربین ولا بکوفة

ترجمہ : امام اعظم نے شہروں اور ان کے باشندوں کو آثار و احکام اور فقہ سے مزین کیا۔ آیات کریمہ کی مانند جن کو دوسرے صحیفوں پر زینت وفضیلت حاصل ہے۔ مشرق و مغرب اور تمام روئے زمین اور خود کوفہ میں انکی نظیر نہیں ہے۔

ایک سروے کے مطابق ائمہ اربعہ کے مقلدین اور پیروکاروں کے اعداد و شمار جمع کئے گئے تو ان کی رو سے امام اعظم کے مقلدین کی تعداد سب سے زیادہ نکلی۔ ان کے بعد امام شافعی اور پھر امام مالک اور ان کے بعد امام احمد بن حنبل سے مقلدین کی تعداد ہے۔

دنیا کے مفکرین اور ماہرین کی رائے میں امام اعظم کی فقہ کو سب پر فوقیت حاصل ہے اور ان کی فقہ اسلامی مملکت کا سرکاری مذہب بننے کی پوری صلاحیت رکھتی ہے۔ بہرحال اس تحریر کی انگیخت کا ذریعہ دفاع امام ابوحنیفہ ہی جس جس کے مصنف مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب قلم ہی نہیں شعلہ بیان مقرر بھی ہیں۔ ان کی شخصیت کو جس چیز نے دلکش بنایا ہے، وہ ان کا بے پناہ خلوص اور محبت ہے۔ ہم ان کے اور ادارہ مؤتمر المصنفین کے ممنون ہیں کہ انہوں نے امام الامت حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر " دفاع امام ابوحنیفہ " کے نام سے ایک بلند پایہ کتاب تصنیف کرکے شائع کی۔ اور اسلامی لٹریچر میں ایک بے بہا اضافہ کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی کتاب کو مقبول بنائے اور انہیں مزید توفیق عطا فرمائے کہ وہ آیندہ بھی اپنے جواہر پارے قوم کے سامنے پیش کرتے رہیں ع

ویرحم اللہ عبداً قال آمینا

افغانستان پر روسی جارحیت اور مؤتمر المصنفین کی پیشکش
روحی الجہاد
امام ابوحنیفہ